شذرات

حضرت شاہ ولی اللہ کی علمی شخصیت کے فیوض کا سلسلہ ان کی زندگی ہی میں دور دور تک پہنچ گیا تھا۔ ان کی وفات کے بعد ایک تو ان کے صاحبزادوں بالخصوص شاہ عبدالعزیز اور ان کے مسترشدین اور انکے شاگردوں اور دوسرے ان کی تالیفات کے ذریعہ یہ فیض جاری رہا اور برصغیر کے اطراف و اکناف میں ولی اللہی پیغام پہنچا اور انکی دعوت دینی سے اہل علم حلقے روشناس ہوئے۔ لیکن اس زمانے میں ہوا یہ اور یہ محض اتفاق نہیں تھا بلکہ اس زمانے کے معاشرتی حالات و کوائف، علمی و فکری رجحانات اور مذہبی روایات و معتقدات کا زبردست اور ہمہ گیر دباؤ تھا۔ کہ شاہ ولی اللہ صاحب کی دعوت کے عملی انقلاب کا پہلو صرف تحریک جہاد تک محدود رہا۔ سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید اور انکی شہادت کے بعد برصغیر کے اندر اور دریائے اٹک کے اس پار مجاہدین کی مسلسل جدوجہد اور ان کی بے شمار قربانیاں شاہ ولی اللہ کی اس دعوت کے سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ اس تحریک جہاد کی ناکامی کے بعد ولی اللہی دعوت کا فکری و عملی پہلو ائمہ کی تقلید اور عدم تقلید کی بحثوں میں منحصر ہو کر رہ گیا۔ مسلک دیوبندی اور مسلک اہل حدیث کی گزشتہ ستر اسی سال کی تاریخ اس کی ایک مثال ہے بدقسمتی سے بعض دائروں میں اب تک یہ کشمکش جاری ہے۔ اور ہر فریق شاہ ولی اللہ اور ان کے مکتب فکر کو اساس بنا کر اپنے آپ کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

بے شک شاہ صاحب کی دعوت میں یہ پہلو بھی تھے۔ لیکن ان کی دعوت کے اس مقصد کے علاوہ اور پہلو بھی تھے جن کی طرف اس زمانے میں کما حقہ توجہ نہ دی گئی۔ اور یہ پہلو تشنۂ عمل ہی رہے۔ شاہ صاحب کی دعوت کا ایک پہلو ان کا پوری انسانیت کو حکیمانہ انداز سے خطاب کرنا اور اسلام کو دین انسانیت کے رنگ میں پیش کرنا تھا۔ اسکے لئے انہوں نے تصوف و حکمت کو اپنی فکر کی اساس بنایا۔ اور عقیدہ وحدت الوجود کی ایسی تعبیر کی کہ اسلام، کل انسانیت بلکہ ساری کائنات میں ارتباط اور ہم آہنگی پیدا ہو گئی۔ ہمارے نزدیک شاہ صاحب کی دعوت کا مرکزی اور بنیادی نقطہ یہی ہے۔ اسی کی وجہ سے جہاں وہ ایک طرف شریعت و طریقت، فقہ

حنفی اور دوسری فقہوں، فقہ و حدیث اور مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر میں مطابقت پیدا کرنے میں وہاں وہ سب ادیان و مذاہب میں مشترکہ نقاط کی نشان دہی فرماتے ہیں۔ اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ اصل دین ایک ہے اور اسکی مختلف تعبیریں مختلف زمانوں اور مختلف ظروف و حالات کا حتمی نتیجہ ہیں۔

مولانا محمد قاسم کی کتابوں میں شاہ صاحب کی اس انسانیت گیر حکمت کی جھلک ضرور نظر آتی ہے لیکن بدقسمتی سے اس نے ایک علمی و فکری تحریک کی شکل اختیار نہ کی اور مولانا قاسم کے بعد اس سلسلے کو اور آگے بڑھانے والا نہ ملا۔

شاہ ولی اللہ کی دعوت کا ایک پہلو اور تھا جسکو انکے نام لیواؤں نے بالکل نظرانداز کردیا۔ یہاں تک کہ اس پہلو کی طرف شاہ صاحب کی کتابیں پڑھنے والوں کا دھیان تک نہیں جاتا تھا۔ اور وہ پہلو شاہ صاحب کی دعوت کا اقتصادی و اجتماعی یعنی سماجی پہلو ہے۔ شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں جگہ بہ جگہ اس پر زور دیا ہے کہ جب معاشرہ کا اقتصادی توازن درہم برہم ہو جائے اور ایک مختصر طبقہ تو حد سے زیادہ امیر ہو اور اکثریت زندگی کی بنیادی ضرورتوں سے محروم ہو تو اس معاشرے کے نہ اخلاق ٹھیک رہتے ہیں نہ اسکے افراد کا خدا سے تعلق قائم رہ سکتا ہے، اس معاشرے کی تباہی یقینی ہوتی ہے۔ اور قضا و قدر اسکے لئے کوئی نہ کوئی سامان کرتا ہے۔ اسی سلسلے میں شاہ صاحب نے یہ بھی بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ قیصر و کسریٰ کا تخت الٹ دیا جائے۔ کیونکہ ان کی حکومتوں نے اس وقت کی دنیا کے ایک بڑے حصے کو معاشی استحصال اور ظلم و استبداد کا نشانہ بنا رکھا تھا۔ چنانچہ ان کا ختم کرنا ضروری تھا کہ انسانیت کو ان مصائب سے نجات ملے۔ اس سلسلے میں شاہ صاحب نے اپنے عہد کی خرابیوں کا ذکر بھی کیا۔ اور بتایا کہ آج بھی وہی حالت ہے جو قیصر و کسریٰ کے وقت میں تھی۔

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کوئی پچیس برس کی جلاوطنی کے بعد جب ۱۹۳۹ء میں وطن لوٹے تو انہوں نے ولی اللہی دعوت کے متذکرہ پہلوؤں پر خاص طور سے اہل ملک کی توجہ مبذول کرائی۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں عوامی اجتماعوں میں اپنی تقریروں میں درس و تدریس اور گفتگوؤں میں ان امور پر زور دیا اور بتایا کہ آج مسلمانوں کو جن مسائل سے سابقہ پڑ رہا ہے خاص کر اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی مسائل سے نیز ان کے مختلف فرقوں میں جو نزاعات ہیں انہیں ختم کرنا اور انسانی تاریخ میں اور موجودہ دنیا میں اسلام کے مقام کا تعین۔ ان سب مسائل کو شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے۔

شاہ ولی اللہ اکیڈمی کے قیام کو پورے پانچ سال ہو گئے ہیں۔ اس عرصہ میں اکیڈمی نے اپنے مجلہ ماہنامہ الرحیم کے ذریعہ اور شاہ ولی اللہ صاحب کی تصنیفات شائع کر کے ولی اللہی دعوت سے اہل ملک کو متعارف کرانے کی پوری کوشش کی ہے اور آج یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ علمی حلقوں میں یہ شعور پیدا ہو گیا ہے کہ ہمیں اپنے موجودہ مسائل کو حل کرنے اور مستقبل کے لئے اپنی راہِ عمل کی نشان دہی کے لئے تعلیمات ولی اللہی سے روشنی اور ہدایت مل سکتی ہے۔ اس مدت میں حضرت شاہ صاحب پر بہت لکھا گیا ہے اور ان کے افکار و خیالات کے مطالعہ کا شوق برابر بڑھ رہا ہے۔ دعوت ولی اللہی کے وہ پہلو جن کی طرف پہلے کم توجہ کی جاتی تھی، اب اہل علم ان کو خاص طور پر زیر بحث لا رہے ہیں۔ ابھی گزشتہ ماہ لاہور میں سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ مسٹر کارنیلیس کی زیر صدارت شاہ صاحب پر ایک مذاکرہ ہوا، جس میں صاحب موصوف کے علاوہ موجودہ چیف جسٹس سپریم کورٹ مسٹر ایس اے رحمٰن نے تقریریں کیں۔

شاہ صاحب کی تعلیمات کے مطالعہ کا اہل علم میں جو عام رجحان پیدا ہو گیا ہے اور جملہ مسائل کے حل کیلئے ان کی طرف رجوع کرنے کی جو ضرورت محسوس کی جا رہی ہے اسی کے پیش نظر اکیڈمی نے ولی اللہی پیغام کی عام نشر و اشاعت کیلئے ایک مثبت لائحہ عمل بنایا ہے اس سلسلے میں مذاکرہ کا انتظام کیا جا رہا ہے، جس میں خاص طور پر عربی دینی مدارس کے حضرات کو مدعو کیا جائیگا۔ اس مذاکرہ میں حضرت شاہ صاحب پر مقالات پڑھے جائیں گے جن میں یہ بتایا جائے گا کہ آج ہم کس طرح انکے افکار کو مشعل راہ بنا کر موجودہ مشکلات پر قابو پا سکتے ہیں

شاہ صاحب کی دعوت محض نظری نہیں تھی ان کے نظریات عملی اقدام کے لئے زمین ہموار کرنے والے تھے انکے دور میں موجودہ نظریات مثبت عمل میں منتج نہ ہو سکے، آج کے حالات شاہ صاحب کے نظریات و افکار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بڑے سازگار ہیں اکیڈمی کے زیر اہتمام ہونے والے مذاکرے میں خاص طور سے شاہ صاحب کی دعوت کے عملی پہلوؤں پر زور دیا جائیگا۔

اسی سلسلہ میں یہ امر بھی زیر غور ہے کہ شاہ صاحب کی تعلیمات کا ایک مختصر سا نصاب تعلیم بنایا جائے اور ان سے دلچسپی رکھنے والوں کو دعوت دی جائے کہ وہ اکیڈمی میں آ کر اس نصاب کو پڑھیں اس سے شاہ صاحب کی دعوت کے علمی و عملی پہلو بآسانی ذہن نشین ہو سکیں گے اور اس کے نتیجے میں پاکستان میں ایک ایسی اجتماعی تحریک بار آور ہو سکے گی جو اسلام کے اصولوں پر عدل اجتماعی کو وجود میں لا سکے گی اور مسلمانوں کو صحیح دینی روح سے بہرہ ور کرے۔